حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین

کے

الزام کا جواب

تیار کردہ

ہادی علی چوہدری

© 1991 ISLAM INTERNATIONAL PUBLICATIONS LTD

ISBN 1 85372 421 1

Published by:
Islam International Publications Ltd.
Islamabad,
Sheephatch Lane, Tilford,
Surrey GU10 2AQ, U.K.

Printed by
Raqeem Press,
Islamabad, U.K.

Electronic version by www.alislam.org

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہمارا عقیدہ

ہم ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام پر نہایت نیک عقیدہ ہے اور ہم دل سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے سچے نبی اور اس کے پیارے تھے اور ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ وہ جیسا کہ قرآن شریف ہمیں خبر دیتا ہے اپنی نجات کے لئے ہمارے سیّد و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دل و جان سے ایمان لائے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے صدہا خادموں میں سے ایک مخلص خادم وہ بھی تھے۔ پس ہم ان کی حیثیت کے موافق ہر طرح ان کا ادب ملحوظ رکھتے ہیں۔"

(نور القرآن - روحانی خزائن جلد ۹ ص ۳۸۵)

آج سے تقریباً ڈیڑھ دو سو سال قبل برصغیر پاک و ہند میں مختلف مذہبی تحریکات میں بیداری کی امنگیں جواں ہونے لگیں تو ان میں اپنے اپنے مذہب کی برتری ثابت کرنے کے لئے باقاعدہ اور منظم جدوجہد شروع ہوئی۔

۱۷۹۳ء میں انگلستان سے ایک عیسائی مُناد ولیم کیری صاحب بنگال میں وارد ہوئے تاکہ برصغیر پاک و ہند میں "خدا کی بادشاہت" قائم کریں۔ بعد ازاں جلد ہی اس خطۂ ارض پر پادریوں کی مسلسل آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہو گیا اور آمد و رفت کی رفتار تیز تر ہوتی چلی گئی۔ اور تقریباً نصف صدی تک عیسائیت مضبوط قدموں کے ساتھ وہاں قائم ہو گئی۔ حتیٰ کہ ۱۸۵۸ء میں پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر چارلس ایچی سن نے اپنی تقریر میں یہ بیان دیا کہ

"جس رفتار سے ہندوستان کی معمولی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اس سے چار پانچ گنا زیادہ تیز رفتاری سے عیسائیت اس ملک میں پھیل رہی ہے اور اس وقت ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد دس لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے۔"

(دی مشنز بمصنفہ آر کلارک مطبوعہ لنڈن صفحہ ۲۳۴)

۱۸۹۶ء میں امریکہ سے مشہور عیسائی مناد ڈاکٹر جان ہنری بیروز کو ہندوستان بلوایا گیا۔ انہوں نے برصغیر کا طوفانی دورہ کر کے جگہ جگہ لیکچر دیئے اور ان لیکچروں میں عیسائی سلطنت کے دبدبہ اور حکومت اور ان میں عیسائیت کے غلبہ و استیلاء کا نہایت پُرشکوہ الفاظ میں نقشہ کھینچنے کے بعد انہوں نے خاص طور پر اسلامی ممالک میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا بڑے

فاتحانہ انداز میں ذکر کیا اور کہا۔

"اب میں اسلامی ملکوں میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار اگر ایک طرف لبنان پر جلوہ فگن ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کے نور سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ یہ صورتحال اس آنے والے انقلاب کا پیش خیمہ ہے جب قاہرہ، دمشق اور تہران خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے، حتیٰ کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی خداوند یسوع مسیح کے شاگردوں کے ذریعہ مکہ اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگی اور بالآخر وہاں صداقت کی منادی کی جائے گی کہ ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ حقیقی اور واحد خدا کو اور یسوع مسیح کو جانیں جس کو تُو نے بھیجا ہے۔"

(بیروز لیکچرز ص۴۲)

برصغیر پاک و ہند عملاً ایک ایسے اکھاڑے کی شکل اختیار کر گیا تھا کہ جس میں مذاہب عالم کی کشتی کھیلی جا رہی تھی۔ خصوصاً ہندومت، عیسائیت اور اسلام بڑے وسیع پیمانہ پر اور انتہائی گرمجوشی کے ساتھ برسرِ پیکار تھے۔ مذکورہ بالا مذاہب کے علماء جہاں ایک دوسرے کو عقائد کے لحاظ سے مات دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے وہاں اس پیکار کی ایک ناپسندیدہ صورت یہ بھی اختیار کر لی گئی کہ وہ بانیانِ مذاہب کی ذات پر گند اچھالنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے اور اس پہلو سے دوسرے کی جس قدر زیادہ دلآزاری ہوتی اتنی ہی اپنے مذہب کی برتری گردانی جاتی۔

علاقہ پر تسلّط انگریزی حکومت کا تھا اور واضح طور پر عیسائیت کی حکمرانی تھی اسلئے یہ ماحول، یہ فضا اور یہ وقت اگر عیسائیوں کے لئے ہر پہلو سے سازگار رہتا تو مسلمانوں کیلئے سب سے

زیادہ ناسازگار۔ کیونکہ مسلمانوں کے لئے ان کی مقدس شریعت قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق ہر نبی اور ہر قوم کے ہادی کی عزت و تکریم کرنا ایمان کا لازمی جزو تھا اور اُن کے مقدس و معصوم ہونے پر ہر مسلمان کامل یقین رکھتا تھا لہٰذا وہ کسی نبی اور ہادی کی توہین و تحقیر تو کجا، اُن کی ذرہ بھر تخفیف بھی گناہِ کبیرہ تصوّر کرتے تھے۔

جبکہ اس کے برعکس عیسائی اپنی مقدس کتاب کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی اور نبی پر ایمان لانا ضروری نہ سمجھتے تھے۔ لہٰذا پادریوں کو مذہب اسلام پر زہر افشانیوں اور دنیا کی سب سے معصوم و مقدس ہستی، سرورِ کائنات، فخرِ دو عالم، سردارِ انبیاء، خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر ہرزہ سرائیوں کے لئے کھلی چھٹی تھی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ادب و احترام کا پاس تو کجا، وہ انسانیت کی حدود کو بڑی بے رحمی سے پھلانگ رہے تھے۔ ایسی کتب جن میں ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ظلم کی حد تک یاوہ گوئی کی گئی تھی کروڑوں کی تعداد میں برصغیر میں شائع کی گئیں۔ ان کتابوں میں جو دلآزار زبان استعمال کی گئی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ پادری عمادالدین نے جب کتاب "ھدایۃ المسلمین" شائع کی تو وہ اس قدر دلآزار کلمات سے مملو تھی کہ اس پر اسے خود عیسائیوں نے ملامت کی۔ چنانچہ پادری کریون کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والا اخبار "شمس الاخبار لکھنؤ" اپنی ۱۵ر اکتوبر ۱۸۷۳ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ:

"پادری عمادالدین کی تصنیفات کی مانند نفرتی نہیں کہ جس میں گالیاں لکھی ہوئی ہیں اور اگر ۱۸۵۷ء کی مانند پھر غدر ہوا تو اس شخص کی بدزبانیوں اور بیہودگیوں سے ہوگا۔"[لے]

لے:۔ اس کے علاوہ کتاب دافع البہتان مصنفہ پادری رانکلین۔ رسالہ مسیح الدجال مصنفہ ماسٹر رام چند عیسائی۔ سیرت المسیح والمحمد مصنفہ پادری ٹھاکر داس۔ اندرونہ بائبل مصنفہ ڈپٹی عبداللہ آتھم۔

حکومت وقت کی طرف سے تحفظ کے خمار اور مذہبی آزادی کے ناجائز تصور نے پادریوں کی قلموں کو حد درجہ طعن آمیز اور زبانوں کو بہت دراز کر دیا تھا۔ اس صورتحال کا کچھ اندازہ حال ہی میں مسلمانوں کے جذبات کی اس انگیخت سے لگایا جاسکتا ہے۔ جو ننگِ انسانیت سلمان رُشدی کے زہر آشام ناول نے پیدا کی ہے۔

یہ وہ حالات تھے اور یہ وہ ماحول تھا کہ ہر مسلمان جہاں خونِ دل پی کر رہ جاتا تھا وہاں اسے احساسِ شکست خوردگی مزید مایوسیوں اور محرومیوں کی طرف دھکیل رہا تھا کیونکہ اعتقادی مجبوری اور معاشرتی بے بسی اس کو پابہ زنجیر کئے ہوئے تھی۔ اگر وہ وہی زبان حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے لئے اختیار کرتا جو پادری حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کے لئے کرتے تھے تو یہ اقدام اپنے ہی عقائد اور اعتقاد کا خون کرنے کے مترادف تھا۔

اس صورتحال میں مسلمان علماء نے پادریوں کی ہرزہ سرائیوں کا ترکی بہ ترکی جواب دینے اور مسلمان عامۃ النّاس کو مایوسیوں کی تاریکیوں سے نکالنے کے لئے ایک حکمت عملی اختیار کی۔ جو یہ تھی کہ انہوں نے دیکھا کہ قرآنِ کریم میں بیان شدہ عظیم المرتبت نبی اللہ مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے مقابل پر اناجیل جس یسوع کی تصویر پیش کرتی ہیں وہ دراصل حقیقی عیسیٰ ابن مریمؑ نہیں اور وہ شخص نہیں جو بنی اسرائیل کی طرف رسول بن کر آیا تھا اور خُدا کا مقدس نبی تھا۔ اسلئے انہوں نے عیسائیوں کی اس مسلّمہ شخصیت کو جو اناجیل میں یسوع کے نام سے موسوم ہے، اپنے اعتراضات کا ہدف بنایا اور اناجیل میں بیان شدہ واقعات اور احوال کو اس طرح پیش کیا کہ

بقیہ حاشیہ :- ۵۔ کتاب محمد کی تواریخ کا اجمال مصنف پادری ولیم ۔ ۶۔ ریویو براہین احمدیہ مصنف پادری ٹھاکر داس ۔ ۷۔ سوانح عمری محمد صاحب مصنف واشنگٹن ارونگ ۔ ۸۔ اخبار نور افشاں ۔ امریکن مشن پریس لودھیانہ ۔ ۹۔ تفتیش الاسلام مصنف پادری راجرس ۔ ۱۰۔ نبی معصوم مطبوعہ امریکن پریس لودھیانہ وغیرہ پادریوں کی گندہ دہنی کی جامع دستاویزیں ہیں۔

اس فرضی شخصیت کی تخفیف ہو اور مسیحیوں کو اس آئینہ میں اپنا چہرہ نظر آ جائے اور اپنی حیثیت کا علم ہو جائے۔ اور اس طرح وہ نبی پاک، سلطان الصادقین، خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کے بارہ میں زبان طعن دراز کرنے سے باز رہیں۔ لیکن یہ ایک مجبوری تھی کہ جس کو اختیار کئے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ ایک سو سال قبل کے اس پس منظر میں اور ان حالات میں دفاعی طور پر الزامی جواب دینے والوں کو موردِ الزام ٹھہرانا کہ ﷺ نعوذ باللہ نبی اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والے تھے، کسی حامیِ دینِ اسلام اور عاشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام نہیں۔ یہ تو سراسر انصاف کا دامن چھوڑنے کے مترادف ہے۔ یا محض فتنہ پردازی اور شر انگیزی ہے۔ ان علماء نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی ذاتِ بابرکات کو ہدفِ اعتراض نہیں بنایا بلکہ اس ذات کو اناجیل کے آئینہ میں پیش کیا ہے جو عیسائیوں کے نزدیک مسلّمہ شخصیت ہے اور جس کا نام یسوع ہے جس کا قرآن کریم میں بیان شدہ نبی اللہ عیسیٰ علیہ السّلام سے دُور کا بھی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر چند علماء کے حوالے پیش ہیں۔

(۱) علمائے اہل سنّت کے مقتدا مولوی رحمت اللہ مہاجر مکیؒ اپنی کتاب "ازالۃ الاوہام" میں لکھتے ہیں:-

(i) "اکثر معجزاتِ عیسویہ را معجزات ندانند زیرا کہ مثل آنہا ساحراں ہم میسازند و یہود آنجناب را چوں نبی نمے دانند و ہمچو معجزات ساحر میگویند" صفحہ ۱۲۹

کہ اکثر معجزات عیسویہ کو معجزات قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ ایسے کام تو جادوگر بھی کر لیتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہود آپ کو نبی تسلیم نہیں کرتے اور اُن کے معجزات کو ساحروں کے معجزے قرار دیتے ہیں۔

(ii) "جناب مسیح اقرار میفرمایند کہ یحییٰ نہ نان میخوردند نہ شراب مے آشامیدند و آنجناب شراب ہم مے نوشیدند و یحییٰ در بیابان مے

ماندند و ہمراہ جناب مسیح بسیار زنان ہمراہ مے گشتند و مال خود را مے خورانیدند و زنان فاحشہ پاہائے آنجناب را بوسیدند و آنجناب مرتا و مریم را دوست میداشتند و خود شراب برائے نوشیدند دیگر کساں عطا مے فرمودند" ص۳۷

جناب مسیح خود اقرار فرماتے ہیں کہ یحیٰی بیابان میں قیام پذیر تھے۔ نہ عورتوں سے میل رکھتے تھے اور نہ شراب پیتے تھے لیکن مسیح خود شراب پیتے تھے۔ اور آپ کے ہمراہ کئی عورتیں چلتی پھرتی تھیں اور آپ اُن کی کمائی سے کھاتے تھے اور بدکار عورتیں آپ کے پاؤں کو بوسے دیتی تھیں اور مرتا اور مریم آپ کی دوست تھیں۔ آپ خود بھی شراب پیتے تھے اور دوسروں کو بھی دیتے تھے۔

(iii) "و نیز وقتیکہ یہودا فرزند سعادت مندشاں از زوجہ پسر خود زنا کرد و حاملہ گشت و فارض را کہ از آباء و اجداد و سلیمان و عیسیٰ علیہما السلام بود"۔ (ص۵۴)

کہ یہودا نے اپنے بیٹے کی بیوی سے زنا کیا جس سے وہ حاملہ ہو گئی اور فارض پیدا ہوا جو کہ حضرت سلیمانؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے آباء و اجداد میں سے ہے۔

(۲) یہ کتاب ایسی باتوں سے بھری ہوئی ہے اور عیسائیوں کو الزامی جواب دینے کی غرض سے مرتب کی گئی۔ اس کتاب کے حاشیہ پر اہلسنت والجماعت کے جید عالم مولوی آل حسن صاحب نے کتاب استفسار لکھی۔ جس میں وہ رقمطراز ہیں۔

(i) "اور ذرے گریبان میں سر ڈال کر دیکھو کہ معاذاللہ حضرت عیسیٰ کے نسب نامہ مادری میں دو جگہ تم آپ ہی زنا ثابت کرتے ہو"۔

(یعنی تامار اور اوریا۔) (ص۳)

(iii) "دوسرے یہ کہ حضرت عیسیٰ اپنے مخالفوں کو کُتا کہتے تھے۔ اگر ہم بھی اُن کے مخالفوں کو کُتا کہیں تو دینی تہذیب اخلاق سے بعید نہیں بلکہ عین تقلید عیسوی ہے۔" (ص ۹۵)

(iv) "عیسیٰ بن مریم کہ آخر درماندہ ہو کر دنیا سے انہوں نے وفات پائی۔" ص ۲۳۲

(v) "اور سب عقلاء جانتے ہیں کہ بہت سے اقسام سحر کے مشابہ ہیں۔ معجزات سے خصوصاً معجزات موسویہ اور عیسویہ سے۔" ص ۲۳۶

(vi) "یسوع نے کہا۔ میرے لئے کہیں سر رکھنے کی جگہ نہیں۔ دیکھو یہ شاعرانہ مبالغہ ہے۔ اور صریح دنیا کی تنگی سے شکایت کرنا اقبح ترین ہے۔" ص ۲۴۲

(vii) "ان پادری صاحبان، کا اصل دین و ایمان اگر یہ ٹھیرا ہے کہ خدا مریم کے رحم میں جنین بن کر خون حیض کا کئی مہینے تک کھاتا رہا اور علقہ سے مضغہ بنا مضغہ سے گوشت اور اس میں ہڈیاں بنیں اور اس کے مخرج معلوم سے نکلا اور رکھتا موتا رہا۔ یہاں تک کہ جوان ہو کر اپنے بندے یحیٰ کا مرید ہوا۔ اور آخر کار ملعون ہو کر تین دن دوزخ میں رہا۔" (ص ۲۵۰، ۲۵۱)

(viii) "انجیل اوّل کے باب یازدہم کے درس نوزدہم میں لکھا ہے کہ بڑے کھاؤ اور بڑے شرابی تھے۔" ص ۲۵۳

(ix) "جس طرح اشعیاہ اور عیسیٰ علیہما السلام کی بعض بلکہ اکثر پیشگوئیاں ہیں جو صرف بطور معمے اور خواب کے ہیں جس پر چاہو منطبق کر لو یا باعتبار ظاہری معنوں کے محض جھوٹ ہیں۔ یا مانند کلام یوحنا کے محض مجذوبوں کی سی بڑیں۔ ویسی پیشگوئیاں البتہ قرآن میں نہیں ہیں۔" ص ۲۶۶

(x) "پس معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ کا سب بیان معاذ اللہ جھوٹ ہے۔ اور

کرامتیں اگر بالفرض ہوئی بھی ہوں تو ایسی ہی ہوں گی جیسی مسیح دجّال کی ہونے والی"۔ ص۳۶۹

(×) "تیسری انجیل کے آٹھویں باب کے دوسرے اور تیسرے درس سے ظاہر ہے کہ بہتیری رنڈیاں اپنے مال سے حضرت عیسیٰ کی خدمت کرتی تھیں پس اگر کوئی یہودی از راہ خباثت اور بد باطنی کے کہے کہ حضرت عیسیٰ خوشرو نوجوان تھے۔ رنڈیاں اُن کے ساتھ صرف حرامکاری کے لئے رہتی تھیں اسلئے حضرت عیسیٰ نے بیاہ نہ کیا اور ظاہر یہ کرتے تھے کہ مجھے عورت سے رغبت نہیں کیا جواب ہوگا؟ اور پہلی انجیل کے باب یازدہم کے درس نوزدہم میں حضرت عیسیٰ نے مخالفوں کا خیال اپنے حق میں قبول کرکے کہا کریں تو بڑا کھاؤ اور شرابی ہوں۔ پس دونوں باتوں کے ملانے سے اور شراب کی بدمستیوں کے لحاظ سے جو کوئی کچھ بدگمانی نہ کرے سو تھوڑا ہے۔ اور دشمن کی نظر میں کیسی تن آسانی اور بے ریاضتی حضرت عیسیٰ کی بوجھی جاتی ہے"۔ ص۲۹۰، ۲۹۱

(۳) اور بریلوی مسلک کے بانی عظیم البرکۃ امام اہلسنت مجدد مأتہ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ اعلیٰ حضرت مولٰنا مولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ قادری اپنی کتاب "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" جلد اوّل میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہاں ہاں عیسائیوں کا خدا ملعون کے مارے سے دم گنوا کر باپ کے پاس گیا اسکا اکلوتا تھا۔ کی یہ عزت کی کہ اُس کی مظلومی و بے گناہی کی یہ داد دی کہ اُسے دوزخ میں جھونک دیا۔ اوروں کے بدلے اُسے تین دن جہنم میں بھونا۔ ایسے کو جو روٹی اور گوشت کھاتا ہے اور سفر سے آکر اپنے پاؤں دُھلوا کر درخت کے نیچے آرام کرتا ہے۔ درخت اُونچا اور وہ نیچا ہے ....

...... ایسے کو جس کا بیٹا اُسے جلال بخشتا ہے آریوں کے ایشور کی تو وہاں انکی جان کی حفاظت کرتی تھی۔ عیسائیوں کے خدا کا بیٹا اُسے عزت بخشتا ہے کیوں نہ ہو سپوت ایسے ہی ہوتے ہیں۔ پھر اُسے بے خطا جہنم میں جھونکنا کیسی محسن کشی ناانصافی ہے۔ ایسے کو جو یقیناً دغا باز ہے پچھتاتا بھی ہے۔ تھک جاتا بھی ہے ایسے کو جس کی دو جوروئیں ہیں۔ دونوں پکی زناکار حد بھر کی فاحشہ۔ ایسے کو جس کے لئے زنا کی کمائی فاحشہ کی خرچی کہاں مقدس پاک کمائی ہے۔"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ۔ جلد الکتاب الطہارۃ باب التیمم ۔۔۔ ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور)

(۴) امرتسر سے اہلحدیث مسلک کے نامور عالم مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری صاحب کا اخبار "اہلحدیث" اپنی ۲۱ مارچ ۱۹۲۹ء بروز جمعہ کی اشاعت میں یہ لکھتا ہے:۔

(۱) "صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیح خود اپنے اقرار کے مطابق کوئی نیک انسان نہ تھے۔ شاید کوئی کہے کہ کسر نفسی سے مسیح نے ایسا کہا تو اس کا جواب یہ ہے کہ عیسائیوں کے اعتقاد کے مطابق مسیح کی انسانیت سب انسانوں کی انسانیت سے برتر ہے اور اس میں گناہ اور خطاکاری کا کوئی شائبہ نہیں۔ تو پھر جب وہاں کسی طرح کا نقص اور گناہ نہیں تو پھر مسیح کا اپنے آپ کو نیک کا مصداق نہ قرار دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کسر نفسی سے وہی قول صحیح ہو سکتا ہے جس کی صحت کسی طرح سے ہو سکے۔ مثلاً اور لوگ کیسے ہی نیک ہوں مگر چونکہ ان کی انسانیت میں نقص ہے تو بنابریں وہ اپنے کو ناقص کہہ سکتا ہے مگر حضرت مسیح کی انسانیت ہر برائی سے منزّہ ہے

اس لئے وہاں نکوئی کی نفی کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی۔ پس جب کسرِ نفسی کا عذر باطل ہوا تو نکوئی کی نفی کرنے سے مسیح کا اور انسانوں کی طرح غیر معصوم ہونا بداہتہً ثابت ہوا۔ اسی طرح انجیل کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح نے اجنبی عورتوں سے اپنے سر پر عطر ڈلوایا (دیکھو متی ۲۶/۷، مرقس ۱۴/۳، یوحنا ۱۲/۳)

یوحنا میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ آدھ سیر خالص عطر استعمال اس عورت نے آپ پہ کرایا۔ اس نے کچھ سر پر ڈالا (مرقس) کچھ پاؤں پر ملا۔ (یوحنا)

لوقا میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ

ایک عورت نے جو اس شہر کی بدچلن اور فاحشہ عورت تھی مسیح کا پاؤں دھویا پھر اپنے بالوں سے پونچھا پھر انہیں چوما اور ان پر عطر ملا۔ (لوقا ۷/۳۸)۔ یہ واقعہ صرف لوقا میں ہے۔

ظاہر ہے کہ اجنبی عورت بلکہ فاحشہ اور بدچلن عورت سے سر کو اور پاؤں کو ملوانا اور وہ بھی اسکی بالوں سے ملا جانا کس قدر احتیاط کے خلاف کام ہے اس قسم کے کام شریعت الٰہیہ کے صریح خلاف ہیں۔ امثال میں کیا خوب لکھا ہے کہ

"بے گانہ عورت تنگ گڑھا ہے اور فاحشہ گہری خندق ہے وہ راہزن کی طرح گھات میں لگی ہے اور بنی آدم میں بدکاروں کا شمار بڑھاتی ہے" (امثال باب ۲۳۔ فقرہ ۲۸)

(ز) اسی طرح انجیل کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معجزہ سے شراب سازی کا کام لے کر اپنا جلال ظاہر کرتے تھے۔ (دیکھو انجیل یوحنا ۲/۱)۔ یہ

واقعہ صرف یوحنا میں ہے۔

دیکھو شراب جیسے ام الخبائث چیز کا بنانا اور شادی کی دعوت کے لئے اسی شراب کو پیش کرنا اور خود شرابی اہل مجلس کی دعوت میں معہ والدہ کے شریک ہونا اسی یوحنا میں موجود ہے۔ حالانکہ شراب عہد عتیق کی کتابوں میں قطعی حرام قرار پا چکی تھی۔ حضرت یسعیاہ شراب پینے والوں کی بابت فرماتے ہیں:۔

اُن پر افسوس جو مے پینے میں زور آور اور شراب پلانے میں پہلوان ہیں۔ (دیکھو یسعیاہ باب ۵ فقرہ ۲۲)

حضرت ہوسیع فرماتے ہیں:۔

"بدکاری اور مے اور نئی مے سے بصیرت جاتی رہتی ہے۔ (ہوسیع ۴/۱۱)

دانی ایل نبی بھی شراب کو نجس اور ناپاک کرنے والی بتاتے ہیں۔ (دانی ایل باب اوّل فقرہ ۸)۔

باوجود اس کے کہ اکثر عہد عتیق کی کتابوں میں اس کی ممانعت اور مذمت مذکور تھی۔ لیکن مسیح نے شرائع انبیاء سابقہ کی کچھ پرواہ نہ کی اور بقول یوحنا شراب بنائی اور شرابی مجلس میں معہ والدہ کے شریک ہوئے۔ حالانکہ خود ہی فرماتے ہیں:۔

"یہ نہ سمجھو کہ میں توارات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔" (متی ۵/۱۷)

ان حالات میں مسیح کی شراب سازی خلافِ شریعت فعل ہے۔

(iii) "انجیل کے مطالعہ سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح نے کذب کو روا رکھا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح کا قول سردار کی لڑکی کی بابت اس طرح منقول ہے:۔

"تم کیوں غل مچاتے اور روتے ہو لڑکی مر نہیں گئی بلکہ سوتی ہے"۔
(متی ۹/۱۸، مرقس ۵/۲۹، لوقا ۸/۵۴)

اسکے بعد مسیح نے کہا اے لڑکی اُٹھ۔ وہ لڑکی اُٹھ کر چلنے پھرنے لگی۔ اس موقعہ پر عیسائی کہتے ہیں کہ وہ لڑکی مر گئی تھی۔ حضرت مسیح کے معجزہ سے زندہ ہوئی۔ چنانچہ لوقا سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ لوقا کے الفاظ یہ ہیں:۔

"اس کی رُوح پھر آئی اور وہ اسی دم اُٹھی"۔
(اس بیان میں لوقا منفرد ہے)۔

رُوح پھر آنا دلالت کرتا ہے کہ اس کی رُوح نکل چکی تھی دوبارہ زندہ ہوئی۔ لہٰذا ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ مسیح نے اس جگہ ناراست بات کہی اور خلاف واقعہ شہادت دی۔ حالانکہ مسیح نے خلاف واقعہ بات کرنے سے خود ہی شاگردوں کو منع کیا ہے۔ (مرقس ۱۰/۱۹)۔ "خون نہ کر، زنا نہ کر، چوری نہ کر، جھوٹی گواہی نہ دے۔ امثال ۱۹/۵ میں ہے کہ جھوٹا گواہ بے سزا نہ چھوٹے گا اور جھوٹ بولنے والا رہائی نہ پائے گا"۔

اسی طرح یوحنا میں ہے:۔

"لوگوں نے مسیح سے کہا کہ تم عید میں جاؤ میں ابھی اس عید میں نہیں جاتا۔ لیکن جب اس کے بھائی عید میں چلے گئے اس وقت وہ بھی گیا"۔ (یوحنا ۷/۸)

دیکھو حضرت مسیح نے عید میں جانے سے انکار کیا اور پھر چھپ کے گئے۔ اور متی کے حوالہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح نے جھوٹ بولنے اور کتمان حق کرنے کی اجازت بھی دی ہے۔ چنانچہ متی میں ہے:۔

"تب اس وقت اسنے حکم دیا کہ کسی کو نہ بتانا کہ یسوع مسیح ہے"۔ (متی ۱۶/۲۰)

یہ مضمون لوقا اور مرقس میں بھی ہے۔

ظاہر ہے کہ جب امرِ حق کے پوشیدہ کرنے کا حکم فرمایا تو صراحتہً ثابت ہوا کہ اگر کہیں بتانے ہی کی ضرورت پڑے تو خلافِ حق ناراست بات کہہ دو۔ ان واقعات سے مسیح کی تعلیم متعلقہ صدق و کذب ظاہر و باہر ہے۔ (صٓ۔حٓلؔ)

(اس اخبار کی اشاعت کے اغراض و مقاصد میں یہ لکھا ہے کہ "دینِ اسلام اور سنّتِ نبوی علیہ السلام کی اشاعت کرنا")۔

الغرض ان تحریروں سے قارئین یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان میں اس عیسٰی کو پیش کیا گیا ہے جو اناجیل میں مذکور ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام، احادیثِ نبویہ کے مطابق چونکہ مسیحیت کی اصلاح کے لئے بھی مامور تھے۔ اس لئے آپ نے اس جہاد میں نہ صرف بھرپور اور کامیاب حصّہ لیا۔ بلکہ مسلمانوں کے فتح نصیب جرنیل کا کردار ادا کیا۔ لہ

لہ:۔ برصغیر پاک و ہند کے ایک ممتاز ادیب اور مشہور مذہبی و قومی رہنما مولانا ابوالکلام آزاد نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اس جہاد کا ان حقیقت افروز الفاظ میں ذکر کیا کہ:۔

"وہ وقت ہرگز لوحِ قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہو سکتا جب کہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو حافظِ حقیقی کی طرف سے اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے نہ کر سکتے تھے۔ ایک طرف حملوں کی امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا اسلام کی شمعِ عرفانی کو سرِ راہِ منزل مزاحمت سمجھ کے مٹا دینا چاہتی تھی اور

اوّلاً آپ نے تمام مذاہب کے علماء کو لمبا عرصہ یہ تلقین کی کہ مذہبی مناظرات میں بجائے اس کے کہ دوسرے مذاہب پر ناجائز گند اُچھالا جائے، یہ انداز اختیار کیا جانا چاہیئے کہ صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کی جائیں۔

ثانیاً آپ نے یہ اصول پیش کیا کہ اگر دوسرے مذہب کے عقائد کا ردّ مقصود ہو تو اس مذہب کے مسلّمات کے اندر رہ کر دلائل پیش کئے جائیں۔

بقیہ حاشیہ۔ عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گری کے لئے ٹوٹی پڑتی تھیں اور دوسری طرف ضعفِ مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابل پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت کا قطعی وجود ہی نہ تھا...... کہ مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہوا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اسکی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا دھواں طلسم ہو کر اُڑنے لگا...... غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرضِ مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایتِ اسلام کا جذبہ ان کے شعارِ قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔"

(اخبار وکیل" امرتسر، مئی ۱۹۰۸ء بحوالہ بدر قادیان ۱۸ جون ۱۹۰۸ء)

ثالثاً۔ اسی طرح بانیانِ مذاہب کی تحقیر و تخفیف کے طریق کو چھوڑ کر ان کی صفات اور ان کے محامد بیان کئے جائیں۔

صلح و آشتی سے معمور اس طریق کو قبولیت ہوئی لیکن سیاہ باطن اور دریدہ دہن پادریوں نے اپنی دریدہ دہنی کے مظاہرے جاری رکھے۔ ۱۸۹۸ء میں ایک عیسائی احمد شاہ نے کتاب "امہات المومنین" کے نام سے شائع کی جس میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی شان میں سخت توہین آمیز زبان استعمال کی گئی۔ جس کی زہر آگینی اس قدر شدید تھی کہ ہر مسلمان تلملا اٹھا اور سخت مشتعل ہوا۔ اس کے ردِ عمل کے طور پر انہوں نے گورنمنٹ سے اس کتاب کی ضبطگی کے مطالبے کئے۔ حضرت مرزا صاحب نے مسلمانوں کو یہ سمجھایا کہ کتاب تو عوام الناس تک پہنچ چکی ہے اور وہ اپنا بد اثر بھی دکھا چکی ہے۔ اب اگر یہ کتاب ضبط بھی کی گئی تو جس بنیاد پر اس کی ضبطگی کا مطالبہ حکومتِ وقت سے کیا گیا ہے۔ اسی بنیاد پر لازماً اس کا جواب بھی اشاعت سے قبل ضبط ہو جائے گا۔ اس لئے اب اسکی ضبطگی کے مطالبہ کا کوئی فائدہ نہیں۔ پس اشتعال کی بجائے ایسی لغو تحریروں کا علمی رنگ میں مؤثر ردّ پیش کر کے ان کے بد اثر کو زائل کرنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا:۔

"ہماری رائے ہمیشہ سے یہی ہے کہ نرمی اور تہذیب اور معقول اور حکیمانہ طرز سے حملہ کرنے والوں کا رد لکھنا چاہیئے۔ اور اس خیال سے دل کو خالی کر دینا چاہیئے کہ گورنمنٹ عالیہ سے کسی فرقہ کی گوشمالی کرا دیں۔ مذہب کے حامیوں کو اخلاقی حالت دکھلانے کی بہت ضرورت ہے۔ اس طرح پر مذہب بدنام ہوتا ہے کہ بات بات میں ہم اشتعال ظاہر کریں۔" (البلاغ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۴۰۲)

اس کے ساتھ ہی آپ نے حکومتِ وقت کو پیغام دیا کہ:۔

"گورنمنٹ عالیہ فتنہ انگیز تحریروں کے روکنے کے لئے دو تجویزوں میں سے ایک تجویز اختیار کرے کہ یا تو ہر ایک فریق کو ہدایت ہو جائے کہ کسی اعتراض کے وقت

بغیر اسکے کہ فریقِ مخالف کی معتبر کتابوں کا حوالہ دے ہرگز اعتراض کے لئے قلم نہ اُٹھاوے۔ اور یا یہ کہ قطعاً ایک فریق دوسرے فریق کے مذہب پر حملہ نہ کرے بلکہ اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کریں۔"

(البلاغ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۴۰۳)

آپ نے تحریر و تقریر کے ذریعہ عیسائیت کا قرآن کریم، احادیث نبویہ، بائبل، اناجیل، تاریخ، طب، منطق اور معقولی دلائل سے رد پیش کیا اور اپنے ان دلائل پر قوانین قدرت کو بھی گواہ ٹھہرایا اور ان براہین کو خدا تعالیٰ نے تائیدی نشانوں کے ذریعہ غلبہ عطا کیا۔ آپ کے اس جہاد کے ہتھیاروں میں ایک وسیع، دقیق، گہرا اور حقیقت افروز مطالعہ بھی تھا جس کے مقابل پر عیسائیوں کی ہر کوشش ناکام نامراد رہی۔ آپ نے علمی دلائل کے ساتھ ساتھ الزامی طرزِ جواب بھی اختیار کیا لیکن اس دفاعی عمل میں آپ کی تحریروں میں ایک سچائی، حکمت اور معقولیت کا عنصر نمایاں ہے۔ نیز یہ کہ آپ نے جو بیان کیا عیسائیوں کے اپنے مسلّمات سے ہی بیان کیا۔ پادریوں کو جب احساس شکست ہوا تو انہوں نے آپ پر یہ الزام لگا کر آپ کو اس منظر سے ہٹانے کی کوشش کی کہ آپ نے (نعوذ باللہ) حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی توہین کی ہے اور آپ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ آپ نے جواباً فرمایا:۔

"آپ کا یہ فرمانا کہ گویا حضرت مسیحؑ کے حق میں مَیں نے گالی کا لفظ استعمال کر کے ایک گونہ بے ادبی کی ہے۔ یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ مَیں حضرت مسیح کو ایک سچا نبی اور برگزیدہ اور خدا تعالیٰ کا ایک پیارا بندہ سمجھتا ہوں وہ تو ایک الزامی جواب آپ ہی کے مشرب کے موافق تھا اور آپ ہی پر وہ الزام عاید ہوتا ہے نہ کہ مجھ پر۔"

(جنگِ مقدس۔ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۱۷۱)

نیز فرمایا:۔

"جب ہمارا دل بہت دکھایا جاتا ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر

طرح طرح کے ناجائز حملے کئے جاتے ہیں تو صرف متنبہ کرنے کی خاطر انہیں کی مسلّمہ کتابوں سے الزامی جواب دیئے جاتے ہیں۔ ....

ان لوگوں کو چاہیئے کہ ہماری کوئی بات ایسی نکالیں جو حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ہم نے بطور الزامی جواب کے لکھی ہو اور وہ انجیل میں موجود نہ ہو۔ آخر یہ تو ہم سے نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی توہین سُن کر چپ رہیں۔"

(ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۴۷۹، ۴۸۰)

اس پر عیسائیوں نے بعض مصلحت خویش مولویوں کے ذریعہ اسی اعتراض کو مزید شدّت سے دہرایا جس کا جواب حضرت مرزا صاحب نے ایک اشتہار مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۸۹۵ء کو شائع کیا جس میں یہ وضاحت فرمائی:۔

"ہم نے اپنی کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا فرضی یسوع مراد لیا ہے اور خدا تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ عیسیٰ ابن مریم جو نبی تھا جس کا ذکر قرآن میں ہے وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں اور یہ طریق ہم نے برابر چالیس برس تک پادری صاحبوں کی گالیاں سُن کر اختیار کیا ہے۔ بعض نادان مولوی جن کو اندھے اور نابینا کہنا چاہیئے۔ عیسائیوں کو معذور رکھتے ہیں کہ وہ بے چارے کچھ بھی مُنہ سے نہیں بولتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی کچھ بے ادبی نہیں کرتے۔ لیکن یاد رہے کہ درحقیقت پادری صاحبان تحقیر اور توہین اور گالیاں دینے میں اوّل نمبر پر ہیں۔ ہمارے پاس ایسے پادریوں کی کتابوں کا ایک ذخیرہ ہے جنہوں نے اپنی عبارت کو صدہا گالیوں سے بھر دیا ہے جس مولوی کی خواہش ہو وہ آکر دیکھ لیوے اور یاد رہے کہ آئندہ جو پادری صاحب گالی دینے کے طریق کو چھوڑ کر ادب سے کلام کریں گے ہم بھی ان کے ساتھ ادب سے پیش آویں گے۔ اب تو وہ اپنے یسوع پر آپ حملہ کر رہے ہیں۔ کہ کسی طرح سب وشتم سے باز ہی نہیں آتے

ہم سنتے سنتے تھک گئے؟"

(نورالقرآن۔ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۳۷۴، ۳۷۵)

یہی نادان مولوی، حضرت مرزا صاحب سے بغض کی وجہ سے آپ کی بعض تحریرات کو پیش کر کے عوام الناس کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ گویا حضرت مرزا صاحب نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے اور ان کے مقام بلند کا لحاظ نہیں رکھا۔ مثال کے طور پر ایک یہ تحریر پیش کرتے ہیں کہ:۔

"مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا۔ اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا۔ یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا۔ یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام رکھنے سے مانع تھے۔ اور پھر یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یحییٰ کے ہاتھ پر جس کو عیسائی یوحنا کہتے ہیں، جو پیچھے ایلیاء بنایا گیا۔ اپنے گناہوں سے توبہ کی تھی اور ان کے خاص مریدوں میں داخل ہوئے تھے۔ اور یہ بات حضرت یحییٰ کی فضیلت کو ببداہت ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ بمقابل اس کے یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ یحییٰ نے بھی کسی کے ہاتھ پر توبہ کی تھی۔"

(دافع البلاء صفحہ ۴ حاشیہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۸ صفحہ ۲۲۰)

ان مولویوں کی منافقت تو اسی بات سے قطعی طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ جب عیسائی منّاد سراسر ظلم کی راہ سے انتہائی شدت کے ساتھ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان

میں گستاخی کرتے ہیں تو ان کے دل میں ذرہ بھر بھی غیرتِ ایمانی کروٹ نہیں لیتی۔ اور یہ اپنی خوابیدہ آنکھیں تک نہیں کھولتے۔ مگر جب ان تحریروں کا جن میں ہمارے آقا و مقتدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حد درجہ توہین کی گئی، عیسائیوں کے مسلمات میں سے ہی الزامی جواب دیا جائے تو یہ لوگ آسمان سر پر اُٹھا لیتے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب کی محررہ بالا تحریر کو ملاحظہ فرمائیں اس میں اناجیل کے جس بیان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کیا اس میں وہ عیسیٰ مذکور نہیں جو اناجیل کا یسوع ہے۔ قرآن کریم میں جس نبی اللہ عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے اُس کے ساتھ تو ایسے کسی قصہ کا ذکر نہیں۔ اس لئے اگر یہاں یسوع کی بجائے عیسیٰ یا مسیح لکھا بھی گیا تو یہ قصہ خود ہی ثابت کرتا ہے کہ یہاں لازماً اناجیل کا یسوع ہی مراد ہے نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کا ذکر قرآن کریم میں نبی اللہ اور بنی اسرائیل کے رسول کے طور پر آیا ہے اور جو سب الزاموں سے پاک ہو کر بڑی کامیابی اور کامرانی کے ساتھ اس دُنیا سے رخصت ہُوا۔ جس کی پیدائش بھی سلامتی کے زیر سایہ ہُوئی اور جس کی وفات بھی سلامتی کی آغوش میں ہُوئی۔

قبل اس کے کہ ہم قرآن کریم میں مذکور نبی اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق حضرت مرزا صاحبؑ کے جذباتِ محبت اور عقیدہ بیان کریں۔ یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ عیسائیوں کو الزامی جواب دیتے ہُوئے آپ نے مذکورہ بالا تحریر میں حضرت یحییٰؑ اور اناجیل میں مذکور مسیح کے حالات کا موازنہ کرتے ہوئے حضرت یحییٰؑ کے لئے قرآن میں استعمال کردہ لفظ "حصورًا" کی جو تشریح بیان فرمائی ہے وہ تفسیر ابن جریر، تفسیر جامع البیان، تفسیر کمالین، تفسیر ترجمان القرآن کے عین مطابق ہے۔ جن میں "حصور" کا مطلب یہ لکھا ہے۔ الذی لا یقرب النساء اور الذی لا یأتی النساء کہ جو عورتوں کے قریب نہ جاتا ہو۔

اناجیل میں حضرت یحییٰؑ کے متعلق ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ جس میں آپ کے عورتوں سے اختلاط کا پتہ چلے جبکہ انہیں اناجیل میں مسیح کے عورتوں سے ملنے جُلنے کے متعدد واقعات درج ہیں۔ جن کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے انہیں معترض مولویوں کے مقتدا مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی

نے اپنی کتاب ازالۃ الاوحام کے صفحہ ۳۷۰ پر لکھا ہے :۔

"جناب مسیح اقرار مے فرمایند کہ یحیٰی نہ نان میخورانیدند نہ شراب مے آشامیدند و آنجناب شراب ہم مے نوشیدند و یحیٰی در بیابان مے ماندند و ہمراہ جناب مسیح بسیار زنان ہمراہ مے گشتند و مال خود را مے خورانیدند و زناں فاحشہ پاہائے آنجناب را بوسیدند و آنجناب مرتا و مریم را دوست میداشتند و خود شراب برائے نوشیدند دیگر کساں عطا مے فرمودند"

کہ جناب مسیح خود اقرار فرماتے ہیں کہ یحیٰی نہ عورتوں سے میل رکھتے تھے اور نہ شراب پیتے تھے لیکن آپ خود شراب پیتے تھے۔ اور آپ کے ہمراہ کئی عورتیں چلتی پھرتی تھیں۔ اور آپ ان کی کمائی سے کھاتے تھے اور ایک بدکار عورت نے آپکے پاؤں کو بوسہ دیا اور مرتا اور مریم آپ کی دوست تھیں۔ آپ خود بھی شراب پیتے تھے اور دوسروں کو بھی دیتے تھے۔

اب دیکھئے! مولوی مہاجر مکی صاحب نے یہاں "مسیح" ہی کا ذکر کیا ہے یسوع کا نہیں، لیکن یہ واقعات خود گواہی دیتے ہیں کہ یہ مسیح اناجیل کا یسوع تھا نہ کہ قرآن کریم کے حضرت عیسٰی علیہ السّلام۔ یہی نوعیت حضرت مرزا صاحب کی تحریروں میں لفظ عیسٰی و مسیح کے استعمال کی ہے۔

پھر یہ بھی دیکھیں کہ جو غرض حضرت مرزا صاحب کی تحریر کی ہے وہی مولوی مہاجر مکی صاحب کی اس تحریر کی ہے اور دونوں کا مآل بھی ایک ہی ہے۔ پھر ایسی تحریروں پر اعتراض کرنا ان کاسہ لیس مولویں کا حضرت مرزا صاحب پر نہیں بلکہ اپنے مقتدا و راہنما مولوی رحمت اللہ مہاجر مکی پر حملہ ہے یا پھر گذشتہ بزرگ مفسرین پر۔

پس حضرت مرزا صاحب کے بغض اور عناد کی وجہ سے یہ ان مولویوں کی مجبوری تھی یا مصلحت خواشی کہ سرورِ دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن پر تو داغ گوارا کر لئے مگر اس فرضی

یسوع عیسیٰ مسیح کے دامن کا داغدار ہونا ان سے برداشت نہیں ہوتا، ہاں اُس شخص کا جسکا قرآن کریم میں ذکر ہی کوئی نہیں۔ اِدھر حضرت مرزا صاحب اپنی مجبوری کا ذکر ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ:۔

"اس بات کو ناظرین یاد رکھیں کہ عیسائی مذہب کے ذکر میں ہمیں اُسی طرز سے کلام کرنا ضروری تھا جیسا کہ وہ ہمارے مقابل پر کرتے ہیں۔ عیسائی لوگ درحقیقت ہمارے اُس عیسیٰ علیہ السّلام کو نہیں مانتے جو اپنے تئیں صرف بندہ اور نبی کہتے تھے اور پہلے نبیوں کو راستباز جانتے تھے اور آنے والے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سچے دل سے ایمان رکھتے تھے اور آنحضرتؐ کے بارے میں پیشگوئی کی تھی بلکہ ایک شخص یسوع نام کو مانتے ہیں جس کا قرآن میں ذکر نہیں اور کہتے ہیں کہ اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا اور پہلے نبیوں کو بٹمارہ وغیرہ ناموں سے یاد کرتا تھا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ شخص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مکذب تھا۔ اور اُس نے یہ بھی پیشگوئی کی تھی کہ میرے بعد سب جھوٹے ہی آئیں گے سو آپ لوگ خوب جانتے ہیں کہ قرآن شریف نے ایسے شخص پر ایمان لانے کے لئے ہمیں تعلیم نہیں دی۔ بلکہ ایسے لوگوں کے حق میں صاف فرمادیا ہے کہ اگر کوئی انسان ہوکر خدائی کا دعویٰ کرے تو ہم اس کو جہنم میں ڈالیں گے۔ اسی سبب سے ہم نے عیسائیوں کے یسوع کے ذکر کرنے کے وقت اُس ادب کا لحاظ نہیں رکھا جو سچے آدمی کی نسبت رکھنا چاہیئے۔ ایسا آدمی اگر نابینا نہ ہوتا تو یہ نہ کہتا کہ میرے بعد سب جھوٹے ہی آئیں گے۔ اور اگر نیک اور ایماندار ہوتا تو خدائی کا دعویٰ نہ کرتا۔ پڑھنے والوں کو چاہیئے کہ ہمارے بعض سخت الفاظ کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ سمجھ لیں بلکہ وہ کلمات اس یسوع کی نسبت لکھے گئے ہیں جس کا قرآن و حدیث میں نام و نشان نہیں۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۲۹۵، ۲۹۶)

پس یہ تو وہ شخصیت تھی جس کا نام یسوع تھا اور اناجیل میں اس کا تفصیلی ذکر ہے۔ لیکن قرآن کریم جس نبی اللہ عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرماتا ہے آپ نے اُن کی بلند شان اور عظیم مرتبہ کا ذکر کثرت سے بیان فرمایا ہے اور اسی عظیم الشان ذات کا خود کو مثیل اور بروز اور اپنا بھائی قرار دیا ہے۔ اور اس عظیم الشان نبی کی عزت و تکریم کا جگہ جگہ ذکر فرمایا۔ ان میں سے چند عبارتیں پیش کر کے ہم اس بیان کو ختم کرتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں :۔

"مسیح خُدا کے نہایت پیارے اور نیک بندوں میں سے ہے۔ اور ان میں سے ہے جو خُدا کے برگزیدہ لوگ ہیں۔ اور ان میں سے ہے جن کو خُدا اپنے ہاتھ سے صاف کرتا۔ اور اپنے نور کے سایہ کے نیچے رکھتا ہے۔ لیکن جیسا گمان کیا گیا ہے خدا نہیں ہے۔ ہاں خدا سے واصل ہے اور ان کاملوں میں سے ہے جو تھوڑے ہیں۔"

(تحفۂ قیصریہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۲۷۲)

"ہم لوگ پادری صاحبوں کے مقابل پر کیا سختی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ جس طرح ان کا فرض ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بزرگی اور عزت مانیں ایسا ہی ہمارا بھی فرض ہے ہم لوگ صرف خدائی کا منصب خدا تعالیٰ کے لئے خاص رکھ کر باقی امور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک صادق اور راستباز اور ہر ایک ایسی عزت کا مستحق سمجھتے ہیں جو سچے نبی کو دینی چاہیئے۔"

(کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۵۳)

"مَیں مسیح ابن مریم کی بہت عزت کرتا ہوں۔ کیونکہ مَیں روحانیت کی رُو سے اسلام میں خاتم الخلفاء ہوں جیسا کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی سلسلہ کے لئے خاتم الخلفاء تھا۔ موسیٰ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا۔ اور محمدی سلسلہ میں مَیں مسیح موعود ہوں۔

سو مَیں اُس کی عزت کرتا ہوں جس کا ہم نام ہوں۔ اور مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ مَیں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔ بلکہ مسیح تو مسیح مَیں تو اُس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں۔ کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں۔ نہ صرف اسی قدر بلکہ مَیں تو حضرت مسیح کی دونوں حقیقی ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں۔"

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۸)

"حضرت عیسٰی علیہ السلام خدا تعالیٰ کے ایک بزرگ نبی ہیں اور بلاشبہ عیسٰی مسیح خدا کا پیارا، خدا کا برگزیدہ اور دنیا کا نُور اور ہدایت کا آفتاب اور جناب الٰہی کا مقرب اور اس کے تخت کے نزدیک مقام رکھتا ہے اور کروڑہا انسان جو اس سے سچی محبت رکھتے ہیں اور اس کی وصیتوں پر چلتے ہیں اور اس کی ہدایت کے کاربند ہیں وہ جہنم سے نجات پائیں گے۔"

(ضمیمہ رسالہ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ ۶۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۷ صفحہ ۲۶)

"مَیں اس کو اپنا ایک بھائی سمجھتا ہوں اور مَیں نے اسے بارہا دیکھا ہے ایک بار مَیں نے اور مسیحؑ نے ایک ہی پیالہ میں گائے کا گوشت کھایا تھا۔ اس لئے مَیں اور وہ ایک ہی جوہر کے "دو ٹکڑے" ہیں۔"

(ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۲۳۰)

"اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کے رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے۔ اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی مشابہ واقع ہوئی ہے گویا ایک ہی جوہر کے "دو ٹکڑے" یا ایک ہی درخت کے "دو پھل" ہیں اور بحدی اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت

ہی باریک امتیاز ہے۔ اور نیز ظاہری طور پر بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یوں کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا۔ اور اسکی انجیل توریت کی فرع ہے۔ اور یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے کہ جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سرتاج ہے۔ اگر وہ حامد ہیں تو وہ احمد ہے۔ اگر وہ محمود ہیں تو وہ محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔"

(براہین احمدیہ صفحہ [illegible] حاشیہ در حاشیہ ۳، روحانی خزائن جلد ۱)

"مَیں نے بارہا عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور کشفی حالت میں ملاقات ہوئی۔ اور ایک ہی خوان میں میرے ساتھ اُس نے کھایا۔ اور ایک دفعہ مَیں نے اس کو دیکھا اور اس فتنہ کے بارہ میں پوچھا جس میں اس کی قوم مبتلا ہوگئی ہے۔ پس اس پر دہشت غالب ہوگئی۔ اور خدا تعالیٰ کی عظمت کا اس نے ذکر کیا اور اس کی تسبیح اور تقدیس میں لگ گیا اور زمین کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ مَیں تو صرف خاکی ہوں اور اُن تہمتوں سے بری ہوں جو مجھ پر لگائی جاتی ہیں۔ پس مَیں نے اس کو ایک متواضع اور کسر نفسی کرنے والا آدمی پایا۔"

(نور الحق اوّل صفحہ ۵۶، روحانی خزائن جلد ۸)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۚ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ.